فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون
فتاویٰ مظہری
مصنفہ
شیخ الاسلام حضرۃ العلامہ مفتی اعظم الحاج الشاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ
پروفیسر محمد مسعود احمد
مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ
کراچی

فتاویٰ مظہری

جلد

اوّل و دُوم

مصنفہ

شیخ الاسلام حضرۃ العلامۃ مفتی اعظم
الحاج شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ
شاہی امام، مسجد جامع فتح پوری، دہلی

مرتّبہ

پروفیسر محمد مسعود احمد

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

(مغربی پاکستان)

(۱) مرتب ـــــــ پروفیسر محمد مسعود احمد (کوئٹہ)

(۲) کاتب ـــــــ مولینا عبدالباقی (کوئٹہ)

(۳) طابع ـــــــ حکیم محمد تقی (کراچی)

(۴) ناشر ـــــــ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی

(۵) مطبع ـــــــ مشہور آفسٹ پریس، ہیکلوڈ روڈ، کراچی

(۶) سنہ طباعت ـــــــ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء

(۷) اشاعت ـــــــ اوّل

(۸) تعداد ـــــــ ایک ہزار

(۹) قیمت ـــــــ بارہ روپے

قدیما وحدیثاً۔

(۲) صاحب باطن کو اس مقام پر انوار کا مشاہدہ ہونا۔

(۳) شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک فتوے میں تحریر فرماتے ہیں "تبرک بآثار صالحین شعائر دین است قدیماً وحدیثاً، از کتاب و سنت ثابت است، انکار آں چہ کلام در آں غیر از الحاد و زندقہ چہ تواں گفت"۔

(۴) اس کا اللہ ہی کو علم ہے، دہلی میں جو قدم شریف ہے جس کے جوار میں حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قیام کو پسند فرمایا، وہ زیادہ مشہور ہے جس کی زیارت کے لئے بکثرت علماء و فضلاء اپنی حاضری کو باعث سعادت خیال فرماتے رہے۔

(۵) یہ امر قابل استفتاء نہیں، جس شخص کو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ہے وہ ہر اس شے کی تعظیم کرے گا جو حضور سے نسبت رکھتی ہوگی، اور مولیٰ تعالیٰ اس کی نیت صالح پر اجر عطا فرمائے گا۔ محب کیا جانے تحقیق کو وہ تو صرف اپنے محبوب کی طرف نسبت دیکھتا ہے اور جب اس کو تحقیقاً معلوم ہو جائے تو پھر وہ اس کو متبرک کیوں سمجھنے لگا مثلاً کسی نے اس کے سامنے پتھر پر گھڑا ہو تو ایسے پتھر کو حضور سے کیوں نسبت دینے لگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ
مسجد جامع فتحپوری، دہلی
۲۶ر نومبر ۱۹۵۸ء

آداب ازواج مطہرات

(سوال نمبر ۲۵۸) حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۳۶، ۳۷، ۳۸ پر حضرت سیدنا ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مدحت میں جو قصیدہ چھپا ہے اس کی تمہید میں سات اشعار ان گیارہ کافرہ مشرکہ دلہنوں کے متعلق ہیں جن کا ذکر بخاری شریف، ترمذی شریف، مسلم شریف، نسائی شریف وغیرہ کتب حدیث کی حدیث صحیح مرفوع متصل میں ہے ـــــ یہ اشعار ناقل یا کاتب کی غلطی سے بے موقع چھپ گئے ہیں اس بے ترتیبی کو آڑ بنا کر ان اشعار کو معاذ اللہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں بتا کر مولوی محبوب علی خاں کو جو اس حصہ دیوان کے شائع کنندہ ہیں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کا مرتکب ٹھہرایا جا رہا ہے ـــــ مولوی محبوب علی خاں کو جب اس غلطی پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے

اس غلطی سے کئی بار زبانی اور تحریری طور پر صریح توبہ کی چناں چہ ۱۰ رجولائی ۱۹۵۵ء کو ان کا توبہ نامہ بھی شائع ہو گیا، اس پر یہ اعلان بھی شائع کردیا کہ فقیر نے اس ورق کو صحیح ترتیب کے ساتھ چھپوالیا ہے جس میں سات شعروں کو بالکل ہی نکال دیا ہے جن صاحب کے پاس حدائق بخشش حصہ سوم ہو وہ مہربانی فرما کر صفحات ۳۷، ۳۸ والا ورق نکال کر فقیر کے پاس بھیج دیں اور یہ صحیح چھپا ہوا واپس لے لیں۔ اس توبہ اور اعلان کے بعد مسلمانان اہل سنت کو ان کا توبہ نامہ قبول کرلینا اور ان پر طعن و تشنیع سے پرہیز کرنا چاہیئے یا نہیں اور ان کی اقتداء میں سنی مسلمانوں کی نماز شرعاً جائز ہے یا نہیں فقط بینوا و توجروا۔

مستفتی

مصلیان جامع مسجد مدن پورہ
بمبئی نمبر ۸

ھُوالموفق

اس واقعہ کے متعلق فقیر کے پاس اس سے قبل بھی دو یا تین مرتبہ سوال آچکے ہیں جس میں کسی خاص شخص کے متعلق سوال نہ تھا، انداز سوال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوال فریق مخالف کی جانب سے ہے، ایک مرتبہ چند اشعار کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کے متعلق سوال تھا جس کا جواب جیسا ہونا چاہیئے تھا، دیا گیا پھر اس کی توبہ کے متعلق سوال آیا جس میں بعض شکوک کا بھی ذکر تھا، ہر چند اس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ کسی بد مذہب کے متعلق سوال ہے لیکن توبہ کی جس نوعیت کا ذکر تھا وہ وہ تھی کہ توبہ کی تکمیل میں کوئی دقیقہ بھی باقی نہ چھوڑا تھا، اس لئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہمیں اس کی بد مذہبی سے کیا علاقہ اس خاص گناہ سے تو وہ بری ہو چکا، لہٰذا اس کا جواب ویسا ہی دیا گیا اور جو اس پر شکوک پیش کئے گئے تھے ان کو بھی کماحقہ رفع کیا گیا تھا لیکن اس سوال سے چوں کہ حقیقت واقعہ پر پوری روشنی پڑتی ہے اور وہ اوراق بھی جن کے بعض اشعار پر اعتراض کیا جا رہا ہے، نیز جس مسودے سے یہ اشعار نقل کئے گئے ہیں، اس کی حقیقت بھی میرے سامنے موجود ہے اس لئے اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولانا محبوب علی خاں سلمہم ہرگز ہرگز ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کے مرتکب نہیں ہوئے، ان کی غلطی صرف اس قدر ہے کہ جب مسودہ ایسا تھا کہ اس کے اشعار کو بغیر کسی عالم کے دوسرا ترتیب دے سکتا تھا تو انہوں نے ایک جاہل ناقل پر کیوں اعتماد کیا، ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی اگر ان کو سرسری نظر سے بھی دیکھے تو ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ ان اشعار کو اس مقام سے کچھ بھی تعلق ہے بلکہ میرے نزدیک تو ان کا تعلق ادنیٰ مشرکہ عورتوں سے بھی نہیں معلوم ہوتا جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے بلکہ مجھ کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار ہی نہیں معلوم ہوتے خدا جانے اس میں کسی کی اور کیا سازش ہے، میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسی چالیں چلی گئیں ہیں۔ لیکن

باایں ہمہ جب مولانائے موصوف اس معمولی بے احتیاطی پر اپنی غلطی مان کر اس شان سے توبہ کر رہے ہیں جو مرتکب توہین کے لائق ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ان کی توبہ کا اعتبار نہ کریں اور ان کے ساتھ طعن وتشنیع سے پیش آئیں اور ان کو روحانی ایذا دے کر خود مجرم بنیں لقولہ علیہ السلام سباب المسلم فسوق (یعنی مسلمانوں کو ایذا دینا فاسق کا کام ہے) نہایت تعجب ہے کہ مسلمان ایسے صریح امور کو جو موجب براءت ہیں کیسے نظر انداز کر رہے ہیں حالاں کہ محض ایک ادنیٰ شبہ سے حدود تک ساقط ہو جاتے ہیں، کیا اس کو قذف محضہ گردانا گیا ہے؟ اور اجرائے حد کا مطالبہ ہے!۔ تو اول اس واقعہ کی حقیقت قذف نہیں لانہ ھو شرعًا الرمی بالزنا کما فی کتب الفقہ۔ مع ہذا اس کے لئے بھی بہت سے شرائط ہیں جن کا یہاں اجرا ہی نہیں پایا جاتا، پھر وہ بھی شرعًا ایک مقررہ سزا ہے اس سے قاذف گناہ سے پاک نہیں ہوتا، گناہ سے پاک کرنے والی تو صرف توبہ ہے اور وہ بہمہ شرائط یہاں موجود ہے۔ چناں چہ درمختار میں ہے ولیس حد مطہرا عندنا بل المطھر التوبہ۔ قاذفین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر نظر ڈالئے، عفرت حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ کئی صحابہ اس جرم عظیم کے مرتکب ہوئے تھے لیکن ان میں سے کسی کے متعلق بھی یہ روایت نظر سے نہ گزری کہ ان پر حد جاری کی گئی ہو یا بلحاظ حق عبد انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معافی طلب کی ہو، غالب یہی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معاف فرما دیا ہو اور اس کی توبہ ہی اس معافی کا سبب بن گئی ہو تو اب کونسا اشکال باقی رہ گیا جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ اس معمولی غلطی کو جو شرعًا قابل گرفت بھی نہیں، ان کی ذات کریمہ معاف نہ فرمائے گی اور فرض کیجئے کہ وہ معاف فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ کہ یہ معاملہ ایک خطاکار بچہ کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے، جس پر کروڑہا ماؤں کے اشفاق سے پایاں نثار پھر یہ معاملہ تو قیامت کا ہے۔ دنیوی احکام تو صرف توبہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔

صحت توبہ پر یہ ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے (جس کا پہلے سوال میں ذکر تھا) کہ مولانا نے اس غلطی پر واقف ہونے کے فورًا بعد ہی توبہ نہ کی اس لئے قبول نہیں ——— اور کیا تعجب ہے کہ اس پر آیۃ کریمہ ثم یتوبون من قریب سے استدلال کیا جاتا ہو تو یاد رہے کہ استدلال محض باطل ہے ——— مفسرین نے اس آیۃ کریمہ میں لفظ "من" کو تبعیضیہ فرمایا ہے اور لفظ "قریب" سے معصیت اور موت کا درمیانی وقت مراد لیا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اس درمیانی زمانے کے جس جزء میں بھی بندہ توبہ کر گیا زمانۂ قریب ہی میں توبہ کرنے والا ہو گا، چناں چہ تفسیر سراج المنیر میں ہے:-

معنی من فی قولہ تعالیٰ من قریب تبعیض ای یتوبون بعض زمان قریب کانہ مسمی ما بین وجود المعصیت وبین حضور الموت زمانا قریبا لان اوقاۃ الحیٰوۃ قریب لقولہ تعالیٰ قل متاع الدنیا قلیل ففی

ای جزءٍ من اجزاء ھذا الزمان فھو تائب من قریب والا فھو تائب من بعید۔ انتہٰی ما فیہ۔

علاوہ اس کے اس معنی پر بکثرت شواہد ہیں۔ صحیحین کی حدیث ہے ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ۔ یعنی بندہ جب بھی اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور ترمذی شریف کی حدیث میں ہے ان اللہ یقبل التوبۃ العبد مالم یغرغر۔ بلکہ خود قرآن کریم میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ غرض ہرگز اس دھوکہ میں نہ پڑیں کہ توبہ کا وقت نکل چکا ہے، اب توبہ قبول نہ ہوگی اور اس کا خوف کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کو ناجی کردے اور تم کو ناری جیسا جو حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کا ذکر فرمایا جو آپس میں دوست تھے، ایک عابد تھا دوسرا گنہ گار ——— عابد ہمیشہ اس کو گناہوں پر متنبہ کرتا کہ باز آ ——— ایک مرتبہ وہ کہہ اٹھا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تجھ کو نہ بخشے گا ——— جب دونوں نے انتقال کیا تو گنہ گار کو ارشاد ہوا کہ میری رحمت سے تو جنت میں داخل ہو اور عابد سے کہا کہ کیا تو یہ طاقت رکھتا ہے کہ میرے بندہ کو میری رحمت سے محروم کردے، عرض کیا کہ "نہیں یا الٰہی"۔ حکم ہوا فرشتوں کو کہ لیجاؤ اس کو جہنم میں (مشکوٰۃ) اعاذنا اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے محفوظ رکھے کہ وہ مولانا موصوف کی مخالفت کرکے اپنی عاقبت خراب کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ (امام)
مسجد جامع فتحپوری دہلی

سوال نمبر ۲۵۹ زید (مولوی محبوب علی خاں برادر خورد مولوی حشمت علی خاں) جو عالم دین، ایک مسجد کا امام اور مفتی ہے۔ آج سے تقریباً ۳۳ سال قبل ایک مجموعہ نظم ترتیب دے کر حدائق بخشش حصہ سوم چھپواتا ہے اور اس کو بہت احتیاط سے ایک خاص حلقہ میں فروخت کرتا ہے، اس مجموعے کے متعلق اس کا کہنا ہے کہ یہ کلام فاضل بریلوی مولینا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کا ہے اس میں ایک قصیدہ حضرت ام المومنین، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منقبت میں بھی ہے، جس میں مندرجہ ذیل اشعار بھی ہیں:-

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار ۔۔۔ مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت ۔۔۔ کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے سینہ و بر

خوف ہے کہ کشتیٔ ابرو نہ بنے طوفانی ۔۔۔ کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بڑھ کر

لیکن فاضل بریلوی کے صاحبزادہ مولینا مصطفےٰ رضا خاں صاحب اور مدرسہ منظر الاسلام، بہاری پورہ، بریلی کے مفتی مولینا ثناء اللہ صاحب اعظمی فرماتے ہیں کہ "یہ اشعار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہیں ہیں"۔ ان اشعار میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت بھی اور اہانت بھی ہے اور یہ

دونوں باتیں پہلے مصرعے میں موجود ہیں جو ایذاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب ہے ——— جب یہ مجموعۂ کلام ایک کافی عرصہ کے بعد اہل سنت والجماعت کے بعض حضرات تک پہنچا تو انہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ زید کو توجہ دلائی، زید نے اس پر دھیان نہ دیا بلکہ یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "یہ قصیدۂ مبارکہ شرعی عیوب سے پاک ہے" ——— اور کبھی یہ کہہ کر کہ یہ اشعار گیارہ کافرہ مشرکہ دلہنوں کے متعلق ہیں ——— ام زرعہ اور گیارہ دلہنوں سہیلیوں کے واقعہ پر مشتمل ہیں حالاں کہ قابل اعتراض اشعار کے پہلے مصرعے میں "ان" ہے جو تعظیمی ہے اور دوسرے مصرعے میں "قبا" ہے ——— اگر گیارہ کافرہ مشرکہ دلہنوں کے متعلق یہ اشعار تھے تو قبا میں ہونا چاہیئے تھا لیکن یہ بات بھی ان کی سمجھ میں نہ آئی تو اخبارات کے ذریعہ زید کو توجہ دلائی گئی تو زید نے تمام تاویلات کے دروازے اپنے اوپر بند دیکھ کر توبہ و ندامت کا اظہار اس اعلان کے ساتھ کیا :-

"حدائق بخشش حصہ سوم میں حضرت سیدنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے قصیدۂ مدحیہ میں چند شعر جن کا مضمون قابل اعتراض اور حضرت ام المومنین کے لئے مقام مدح کے سراسر منافی ہے فقیر کے تساہل و تغافل کی وجہ سے شائع ہو گئے" اس اعلان میں اس بات کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ "اس قابل مواخذہ شرعیہ ترتیب شعری کو حضور سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کی طرف نسبت کرنے سے بھی فقیر اپنی انابت و براءت کرتا ہے" اور اسی اعلان میں یہ بات بھی موجود ہے کہ "فقیر کی توبہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی فرد یا جماعت زبان طعن دراز کرے تو یہ اس کی نری فساد انگیزی اور خالص شر پسندی کا ثبوت ہوگا" - اور اپنی توبہ کے لئے التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ کو سہارا بنایا ہے (یہ حدیث کس پایہ کی ہے اور اس سے استدلال کہاں تک صحیح ہے، یہ علماء امت ہی بتا سکتے ہیں) - لیکن مسلمانوں نے اس معذرت نامہ کو ناکافی سمجھا اور زید سے امامت سے علیٰحدگی اور کتاب کے ضائع کرنے کا مطالبہ کیا لیکن زید نے عملاً ان دونوں باتوں سے انکار کر دیا اور زید کو اور زید کے برادر محترم اور ان کے چند رفقاء کو توبہ کی قبولیت پر یقین ہے نیز یہ کہ ان کی امامت جائز امامت ہے -

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں سوال یہ ہے کہ

(۱) ایسا شخص جس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی ہو، اہانت کی ہو، اس طرح ایذاء رسول اکرم کا مجرم بنا ہو، ایک عرصہ تک اس کی اشاعت بھی کرتا رہا ہو اور توجہ دلانیوالوں سے عجیب عجیب انداز میں تاویلوں سے بھی کام لیتا رہا ہو، اور پھر مجبور ہو کر اقرار بھی کر لیا ہو تو کیا اس کی توبہ کتاب اللہ، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ اور اجماع امت کی روشنی میں قابل قبول ہے اور وہ شرعاً کسی سزا کا مستحق نہیں ہے اور کیا اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے ؟

(۲) اور کیا مسلمان ایسے شخص کو امام بنا سکتے ہیں ؟

(۳) جو اس کی توبہ کو قبول نہ کرے اس کو فسادی اور شرانگیز قرار دیا جاسکتا ہے ؟

(۴) مسلمان کہلانے والوں میں وہ کون لوگ ہیں جو دنیا اور آخرت میں لعنت کے سزاوار اور آخرت میں عذاب نار کے مستحق ہیں۔ کیا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان رفیع میں گستاخی کرنے والے بھی اس وعید میں آتے ہیں یا نہیں ؟

امید ہے کہ اس مسئلے پر قرآن پاک احادیث نبویہ اور فقہ کے پورے دلائل شرعیہ کے ساتھ جواب مرحمت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں گے، دوسرے علماء کی تصدیقات شکر گزاری کا سبب ہوگا۔

المستفتی
محمد یونس خالدی
۱۵ ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

الجواب

محبی میاں محمد یونس اخرجکم اللہ تعالیٰ من ظلمات الغوایۃ والضلال

بعد ما ہو المسنون واضح رائے شریف ہو کہ آپ کا سوال چوں کہ حقیقت واقعہ کے خلاف ہے اور میرے لئے جائز نہیں کہ میں اصل واقعہ کو نظر انداز کرتے ہوئے جواب تحریر کروں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں پہلے آپ کی توجہ اصل واقعہ کی طرف مبذول کراؤں تاکہ آپ کو سوالات کے مطابق جوابات کے نہ ہونے کا دھوکہ نہ ہو۔ سوالات دیکھنے سے سخت افسوس ہوا کہ آپ نے بھی بعض معاندین کے مغالطات کا اثر قبول کرلیا جو ایک اہل علم سے بہت بعید ہے۔ میرے عزیز آپ کا یہ بیان :-

"زید آج سے ۳۳ سال قبل ایک مجموعۂ نظم ترتیب دے کر بنام حدائق بخشش حصہ سوم چھپواتا ہے اور اس کو بہت احتیاط سے ایک خاص حلقے میں فروخت کرتا ہے"

واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ اتفاق سے مجھے حدائق بخشش حصہ سوم دستیاب ہوگیا جس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کے بیان کے برخلاف زید نے اس کی اشاعت و اعلان میں بہت کوشش کی ہے چناں چہ اس کی اشاعت کے لئے صرف ایک مقام پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ پٹیالہ، لکھنو، لاہور، پیلی بھیت، بمبئی، مارہرہ شریف، چھ مقام اس کی اشاعت کے لئے تجویز کیئے۔ گویا اپنے خیال میں ہندوستان کا کوئی گوشہ بھی چھوڑا ایسے زبردست اعلان کو دیکھتے ہوئے ایسا کون عقلمند ہے کہ زید کے متعلق یوں کہے کہ وہ اس کو بہت احتیاط سے ایک خاص حلقے میں فروخت کرتا ہے۔ اس بیان سے غالباً آپ اس الزام سے اپنی اور عموماً اہل سنت کی برئیت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ۳۳ سال تک آپ کیوں خاموش رہے اور آج یکایک کس شے نے آپ کو اس کی مخالفت پر ابھارا۔ تو میرے عزیز! ان اشعار واہیہ کی نقل جس نوعیت پر

وقوع میں آئی ہے اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے اور اس ہی پر جزم کر لیا جائے کہ یہ اشعار جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں کہے گئے ہیں تو اس الزام سے ان ہزارہا اہل سنت کی بریت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی جنہوں نے ان ۴۳ سال یہ جانتے ہوئے کہ قائل نے یہ اشعار جناب صدیقہؓ کی شان میں کہے ہیں باوجود قدرت کے اس منکر کے مٹنے کی کوشش نہ کی۔ عزیز من! ۴۳ سال تو بہت ہوتے ہیں ۴۳ منٹ بھی اگر کوئی باوجود قدرت کے اس کا انسداد نہ کرے اور قائل کی موافقت کرے تو اس کے گناہ میں وہ بھی شریک ٹھہرتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان ایسے منکر کو دیکھتے ہی چلا اٹھتا ہے اور اس سے ضبط کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس ۴۳ سال کے طویل عرصہ میں کسی ایک مسلمان نے بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی، اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ کسی نے ان اشعار کو جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں سمجھا ہی نہیں، اس لئے کہ اول تو ان اشعار کا مضمون ہی ایسا ہے کہ حضرت سیدتنا سے اس کو کوئی دور کی نسبت ہی نہیں معلوم ہوتی، دوسرے نہ اس سے قبل کے اشعار کا ان سے کچھ تعلق معلوم ہوتا ہے، نہ ان کے بعد کے اشعار کا، ایک معمولی اردو خواں بھی جب اوپر سے پڑھتا ہوا آتا ہے اور اس مقام تک پہنچتا ہے تو چونک اٹھتا ہے کہ یہ بدرنگ اشعار کس مقام کے اور کس شاعر کے بیچ میں آپڑے، کہ نہ ان کو سیاق و سباق ہی سے کچھ تعلق ہے نہ آگے پیچھے کے انداز کلام سے کچھ مناسبت تیسرے ان اشعار پر جلی قلم سے جو لفظ علیحدہ لکھا ہے وہ تو ایسا ہدایت مآب سنتری ہے جو ببانگ دھل بتلا رہا ہے کہ یہاں سے بچ کر نکلنا، تمہارا مقصود چار اشعار کے بعد شروع ہوگا، غرض یہ وہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے ۴۳ سال امن و امان سے گذر گئے، اور اس درمیان میں شیطان کو بھی نہ سوجھی کہ کسی مسلمان کے خواب ہی میں آکر یہ سبق دے جاتا کہ یہ اشعار ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہے گئے ہیں، مسلمان بالکل اس سے مطمئن تھے کہ یہ اشعار کسی اور مقام کے ہیں غلطی سے یہاں لکھے گئے ہیں، زید کا بیان کہ یہ اشعار گیارہ کا فرہ مشرکہ دلہنوں کے متعلق ہے" ہو سکتا ہے کہ صحیح ہو اور مصرعہ اولی کی ضمیر ان ہی کی جانب راجع ہو اور دوسرے مصرعہ میں قبا کا مضاف الیہ محذوف ہو جو قرینہ کے وقت اکثر محذوف ہوتا ہے، خصوصاً اشعار میں تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ ہر ایک کی قبا کا یہ حال تھا، لیکن فقیر کو اس میں بھی تامل ہے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشعار ان کے حق میں ہی کہے ہوں کہ ان کی شان کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ فاضل موصوف کی جبلی طبیعت سے ان عورتوں کے حق میں یہ کلام صادر ہوا ہو لیکن وہ ان کو طبع نہ کرانا چاہتے ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو دوسرے کو کیا حق ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف ان کو شائع کرائے میرے نزدیک زید سے یہ غلطی اس شوق میں صادر ہوئی ہے کہ کسی طرح فاضل موصوف کا یہ کلام بھی مسلمانوں تک پہنچ جائے، دوسری غلطی یہ کہی جا سکتی ہے کہ پریس والا کتنا ہی محتاط ہوتا لیکن ایک ذمہ دار کلام کی کتابت و طباعت اور اس کی کاپی و پروف کی تصحیح کے سلسلہ میں بدمذہب پر اعتماد نہ کرنا تھا پس یہ اگرچہ

غلطی تو ہے مگر ایسی جو شرعًا قابل گرفت ہو نہیں لقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالیٰ وضع عن امتی الخطاء والنسیان۔ ہاں اس غلطی پر واقف ہونے کے بعد جو اس کی اصلاح میں تساہل اور غفلت برتی گئی ہے یہ البتہ قابل اعتراض ہے اور یہی وہ شے ہے جس پر زید نادم ہوا، اور ماہنامہ پاسبان کے ایڈیٹر کے تنبہ کرنے پر فورًا وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں معافی کے خواستگار ہوئے اس مسئلہ کے متعلق میں نے مولینا محبوب علی صاحب کا وہ بیان دیکھا ہے جو ماہنامہ "سُنی" لکھنؤ بابت ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوا ہے، اس میں وہ ماہنامہ پاسبان کے ایڈیٹر کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ آج ۹ر ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر حدائق بخشش حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جوابًا پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور میں اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا اور استغفار کرتا ہے، خدا تعالیٰ معافی بخشے آمین، اس کے بعد اس غلطی کے واقع ہونے کی وجہ بتلائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قصیدہ مدحیہ سیدتنا حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سات اشعار قصیدہ ام زرعہ مصنفہ حضرت علامہ بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پرانی قلمی بوسیدہ بیاض سے بہایت احتیاط کے ساتھ نقل کئے لیکن ام زرعہ والا قصیدہ چونکہ پورا دستیاب نہ ہوا تھا، ان سات شعروں کے تین حصہ کر کے ہر حصہ پر لفظ علیحٰدہ جلی قلم سے لکھ دیا تھا، کہ ہر حصہ کا مضمون علیحدہ تھا، جب حدائق بخشش حصہ سوم کی طباعت کا ارادہ کیا تو بعض مجبوریوں کی وجہ سے اپنے مقام پر اس کا بندوبست نہ کر سکا، ناچار ——— نابہہ اسٹیم پریس والے سے معاملہ کرنا پڑا، (اس مقام پر انہوں نے تفصیل کے ساتھ اپنی مجبوریوں کا بیان کیا ہے) پریس والے نے یہ شرط کی کہ مس کی کتابت بھی یہیں ہوگی، ناچار یہ شرط بھی منظور کی، اور اس کے سپرد کر دیا اتفاق سے کاتب اور مالک پریس دونوں بدمذہب تھے، ان لوگوں سے قصدًا یا سہوًا یہ تقدیم و تاخیر اور تبدیل و تغییر ظہور میں آئی بہت زور کے بعد جب میں اس کتاب کی غلطیوں پر واقف ہوا تو خیال ہوا کہ طباعت دوم میں اس کی اصلاح ہو جاوے گی، لیکن حافظ ولی خاں نے بغیر مجھے اطلاع دئے پھر چھپوا دیا۔ غرض اس میں جو تساہل مجھ سے ہوا ہے اُسی اپنی غفلت اور غلطی کی خدا تعالیٰ کے حضور میں معافی چاہتا ہوں وہ غفور و رحیم ہے مجھے معاف فرمائے، (ماہنامہ سنی ص۱) "۔ اس کے علاوہ مولینا موصوف کا وہ اعلان بھی دیکھا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۳۷، ۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے، اس غلطی سے بار بار اپنی توبہ فقیر شائع کر چکا ہے خدا و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ علی الہ وسلم فقیر کی توبہ قبول فرمائیں آمین ثم آمین۔ اور سنی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم۔"

"فقیر نے اس ورق کو صحیح ترتیب کے ساتھ چھپوا دیا ہے اور سات شعروں کو بالکل نکال دیا ہے (جو ام زرعہ والے قصیدہ کے تھے) جن صاحبوں کے پاس حدائق بخشش حصہ سوم ہو وہ مہربانی فرما کر صفحہ ۳۷ اور صفحہ ۳۸ والا

ورق نکال کر فقیر کو بھیجدیں اور یہ صحیح چھپا ہوا ورق فقیر سے منگا کر کتاب میں لگا لیں، اور جو صاحب کتاب واپس کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب فقیر کے پاس پہنچا کر فقیر سے قیمت واپس لے لیں۔ والسلام علیٰ اہل الاسلام"۔

میرے نزدیک یہ اعلان ان کا اس غلطی پر توبہ کے حق میں شرعاً کافی و وافی ہے، جو ان سے تساہل و غفلت کی وجہ سے صادر ہوئی، پس اس کے بعد ان کا یہ کہنا صحیح ہے کہ فقیر کی توبہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی فرد یا جماعت زبانِ لعن دراز کرے تو یہ اس کی نری فساد انگیزی اور خالص شر پسندی کا ثبوت ہوگا، اور اس پر ان کا حدیث پاک التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ سے اپنی برئیت پر استدلال کرنا بھی صحیح ہے، یہ حدیث ابن ماجہ کی صحیح ہے، بہ کثرت علماء نے اس حدیث سے اس پر استدلال فرمایا ہے کہ توبہ سیئات کو میٹنے والی ہے، پھر اس باب میں ایک ہی حدیث نہیں بکثرت احادیث وارد ہیں چنانچہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیحین میں مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:-

ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ (متفق علیہ)

بلکہ نصوص قطعیہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے گناہ کو میٹ دیتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:-

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات۔

اس ہی لئے بعض علماء نے توبہ کا ایک رکن یہ بھی گردانا ہے کہ تائب اس کا بھی اعتقاد کرے کہ توبہ معصیت کو میٹ دیتی ہے چنانچہ شرح عقائد کی شرح مقبر اس میں ہے:-

التوبۃ ھی الندم علی المعصیۃ والعزم علی عدم العود الیھا وزاد بعضھم الاعتقاد بانھا تمحو المعصیۃ فھی ثلاثۃ ارکان۔ انتھی ما فیہ ص۳۶۲۔

پس زید کا اور اس کے ہم خیال مسلمانوں کا اُن کی توبہ کی قبولیت پر اطمینان کرنا بیجا نہیں ہے، ان کے ذمہ توبہ کے ساتھ ایک یہ شے بھی واجب تھی کہ وہ قابل اعتراض شے کو تلف کر دیتے، سو انہوں نے ایسا کر دیا، بعض مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ وہ امامت سے علیحدہ ہوں اور پوری کتاب ضائع کریں، اس کے لئے ان کے پاس کیا دلیل ہے، کیا کسی عالم نے امام کی توبہ کے قبول ہونے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ جب تک وہ امامت سے علیحدہ نہ ہو اور اپنے مال محترم کو ضائع کر کے ایک فعل حرام کا مرتکب ہو، اس وقت تک اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی، تو یہ تو کوئی جاہل بھی نہیں کہہ سکتا، چہ جائیکہ عالم۔ اس لئے کہ جاہل سے جاہل بھی یہ جانتا ہے کہ توبہ وہ شے ہے کہ اس غلطی کا اس کے سامنے کیا ذکر وہ تو شرک اور کفر جیسی معصیت کو بھی نیست و نابود کر کے گناہوں سے پاک و صاف کر دیتی ہے ایسی غلطیاں تو بعض نیکیوں کی وجہ سے بلا توبہ ہی معاف کر دی جاتی ہیں، بلکہ کبائر سے بچنا ہی ان کی معافی کے لئے کافی ہے لقولہ تعالیٰ:-

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا کریما۔

تو ایسے کریم کے کرم پر جس کو معافی کے لئے توبہ کی ضرورت نہیں، یہ حکم لگانا کہ وہ توبہ بھی قبول نہ فرمائیگا میرے نزدیک تو نہایت ہی درجہ سنگین جرم ہے۔ جس کی سزا نہایت درجہ سخت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا واقعہ ذکر فرمایا کہ اس نے کہا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہ بخشے گا، (جو غالباً فاسق ہوگا تو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ پر کون شخص قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا، میں نے فلاں کو بخشدیا اور (اے قسم کھانے والے) تیرے عمل ناپید کر دیئے او کما قال علیہ السلام، رواہ مسلم۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:-

دریں حدیث زجر است ہر کسے را کہ شخصے را حکم کند بعدم مغفرت اگرچہ فاسق و بدکار باشد،
شاید کہ مولیٰ تعالیٰ او را بخشد و ایں را بگیرد ؎

نا امیدم مکن از سابقہ روز ازل — تو چہ دانی کہ پس پردہ خوب ست یا زشت

بلکہ ایک دوسرے واقعہ میں اسی کا ذکر فرمایا ہے کہ اس عجب اور خود بینی نے عابد زاہد کو ناری کر دیا، اور فاسق فاجر کو ناجی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو شخص آپس میں دوست تھے، ایک عبادت میں کوشش کرنے والا اور دوسرا (معاصی میں منہمک لیکن اعتراف کرتا ہوا) کہتا کہ میں گنہ گار ہوں، عابد اس سے کہتا کہ تو باز آجا ان افعال سے کہ جن میں تو مشغول ہے، تو وہ کہتا کہ تو مجھے میرے پروردگار کے ساتھ چھوڑ دے، (یعنی میرے اس کے ساتھ معاملہ میں تو دخل نہ دے کہ اس کے کرم سے مجھے بہت کچھ امید ہے) یہاں تک کہ عابد نے اسے ایک ایسے گناہ کا مرتکب ہوتے پایا جس کو وہ بہت بڑا جانتا تھا، تو اس نے پھر اس سے کہا کہ باز آ، اس نے جواب میں کہا کہ مجھے میرے پروردگار کے ساتھ چھوڑ دے کیا تو مجھ پر داروغہ اور موکل بنا کر بھیجا گیا ہے، اس پر عابد نے کہا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تجھے کبھی نہیں بخشے گا، اور تجھے جنت میں داخل نہ فرمائے گا پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی جانب فرشتہ بھیجا جس نے دونوں کی روحیں قبض کرلیں، بارگاہ خداوندی میں دونوں کی حاضری ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار سے ارشاد فرمایا کہ تو میری رحمت سے جنت میں داخل ہو، اور دوسرے سے فرمایا کہ ارے تو یہ طاقت رکھتا تھا کہ میری رحمت کو میرے بندہ پر حرام کر دے عرض کیا نہیں اے پروردگار! (میں طاقت نہیں رکھتا)، پس اللہ تعالیٰ کا (ملائکہ کو) ارشاد ہوا کہ لے جاؤ دوزخ کی طرف" رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ"

جو مسلمان زید کی توبہ پر اطمینان نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول ہو ہی نہیں سکتی وہ ان حدیثوں کے مضمون پر غور کریں اور ان عابدوں کے حال سے عبرت حاصل کریں جنہوں نے فاسقوں پر اس کریم کے کرم سے محرومی کا حکم لگا کر اپنی عاقبت خراب کرلی، پس یہ لوگ ایک غیر مجرم پر ایسا ناپاک حکم

لگا کر کس فلاح کی امید کہہ سکتے ہیں۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں مجھے کوئی ایسی وجہ نظر نہیں آتی جو کسی عاقل اور منصف کے لئے زید پر کسی طرح کے طعن کا باعث ہو سکے، سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ غالباً کسی نزاع حادث کی وجہ سے ذاتی عناد یا تغایر مذہبی نے ان اشعار کی آڑ لیتے ہوئے مقابلہ کے لئے طیار کر دیا ہے۔ اور اس میں ایسی وارفتگی ہو گئی کہ اس کی بھی خبر نہ رہی کہ زید سے عناد مولیٰ تعالیٰ سے عناد کی طرف منجر ہو رہا ہے، وہ تعالیٰ فرمائے کہ میں تائب کی توبہ قبول فرماتا ہوں اور اس کے مقابلہ میں یہ کہیں کہ وہ زید کی توبہ قبول کر ہی نہیں سکتا، پھر یہاں تک بڑھے کہ ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالدی، دنیا میں کسی کا یہ مذہب تھا کہ جرم کے بعد ہی اگر توبہ کی جائے تو قبول ہوتی ہے ورنہ نہیں، معتزلہ بھی اگرچہ وجوب علی الفور کے قائل ہیں، لیکن یہ ان کا بھی مذہب نہیں کہ اب آگے اس کی توبہ قبول ہو ہی نہیں سکتی، مذہب ان کا بھی یہی ہے کہ اگرچہ تاخیر کی وجہ سے ایک نئے گناہ کا مرتکب ہو گا، لیکن موت سے پہلے جب بھی توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہو گی، جن لوگوں پر سرکار اقدس کی جناب میں توہین کی وجہ سے علماء نے کفر کے فتوے دیئے، اُن سے بھی ان علماء کا مطالبہ صرف توبہ ہی کا رہا، اور یا اس کا کہ خدا کے لئے اپنی کتابوں سے یہ عبارتیں نکالدو، اس کے سوا نہ ان پر جرمانہ مالی ڈالا گیا، نہ کسی حد کا حکم لگایا گیا، نہ کسی منصب کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، نہ پوری کتابوں کے تلف کرنے کو کہا گیا، بڑا تعجب یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو صراحتاً ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قاذف میں بجز چند صحابہ کے تمام صحابہ کو کافر کہتے ہیں، خصوصاً حضرات شیخین کی جناب میں سب و شتم تو ان کے ایمان کا جزو اعظم ہے، لیکن ان سے باوجود ایسے شدید کفریات صادر ہونے کے پھر بھی اہل سنت کا ان سے توبہ کے علاوہ کوئی مطالبہ نہیں، آج اگر توبہ کر لیں تو صحیح معنی میں وہ پختہ مسلمان ہوئے جاتے ہیں، اسی طرح جو لوگ مرتد ہو گئے ہیں ان کے لئے بھی اسلام کا آغوش پھیلا ہوا ہے، جس وقت بھی وہ توبہ کر کے تجدید اسلام کر لیں گے، اسلام میں داخل ہو جائیں گے، اگرچہ پوری عمر ارتداد اور کفر کی اشاعت میں گذری ہو، لیکن اگر موت سے قبل توبہ کر لیں گے تو پھر پختہ مسلمان ہیں۔ غرض ۳۳ سال تک اگر بالفرض زید سے اس قصیدہ کی اصلاح میں تساہل ہوا اور غفلت رہی تو تب بھی یہ شے اس کی توبہ کی تکمیل میں کسی طرح کا نقصان نہیں کر سکتی، نہ اس عرصہ تک مسلمانوں کی ان اشعار پر خاموشی ان کو ملزم گردان سکتی ہے کہ ثابت کیا جا چکا کہ یہ اشعار حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا، بشرطیکہ نظر انصاف رکھتا ہو۔

دوسرا مقصد آپ کا اس قول سے کہ "وہ اس کو بہت احتیاط سے ایک خاص حلقہ میں فروخت کرتا ہے" یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ زید سنی نہیں ہے، وہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں اس گستاخی کی قصداً اشاعت کر رہا ہے، مگر انہی لوگوں میں جو ان کی شان میں ایسی گستاخی کو پسند کرتے ہیں تو اول تو یہی صحیح نہیں کہ کسی خاص حلقہ میں اس کی اشاعت کی گئی ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا، دوسرے ابھی

قصیدہ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدحت میں ایسے اشعار بھی ہیں جن پر نظر کرنا اُن کو ایسا ناپسند جیسے چمگادڑ کو آفتاب کا دیکھنا اس میں حضرات شیخین کی منقبتیں بھی ہیں انھان پر نظر کرنا توان کے لئے ایسا ہے جیسے موت کے فرشتہ کو ملاحظہ کیا، تو اگر زید ایسا ہوتا تو خود ہی کیوں اس کو طبع کرا کر شائع کرتا۔ اور جس خاص حلقہ کی طرف اشارہ ہے، اس میں اگر وہ خصوصیت سے شائع کرتا تو وہ تو اس کی جان کو آجاتے غرض یہ خیال بھی آپ کا کچھ معقولیت نہیں رکھتا۔ میرے نزدیک اصل چیز یہ ہے کہ اس کتاب (حدائق بخشش حصہ سوم) میں جہاں بزرگوں کی منقبتیں ہیں وہاں بعض کی مذمتیں بھی ہیں، پس جن لوگوں کی مذمتیں ہیں ان سے تعلق رکھنے والوں کے لئے اس کتاب کا وجود کھٹکتا ہے، وہ صفحۂ ہستی کے اوپر اس کا وجود دیکھنا ہی نہیں چاہتے، یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ یہ اشعار اس دیوان سے نکال دیئے گئے، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس پر ہمیں اطمینان نہیں، پوری کتاب تلف کی جائے، اس کا مطلب یہ نہیں تو اور کیا ہے کہ ہمارا مقصد ان اشعار کا نکلوانا نہیں ہے، بلکہ ہمارا مقصد تو کچھ اور ہے جس کو ہم زبان سے ادا نہیں کر سکتے، اس مقصد پر ہم جبھی کامیاب ہوں گے جب پوری کتاب تلف کی جائے گی، اسی طرح خود زید سے بھی بغض ان اشعار کی وجہ سے مخالفت نہیں ہے ورنہ ان اشعار کے نکال دینے سے یہ مخالفت ختم ہو جاتی بلکہ جن لوگوں کی یہ لوگ مذمت سُننی نہیں چاہتے، غالب یہ ہے کہ زید سے ان کی شان میں کچھ گستاخی صادر ہو تی رہی ہو گی، اگر یہ حقیقت ہے تو معترضین کو صفائی سے اس کا اظہار کرنا چاہیئے، مجھے امید ہے کہ اس صورت میں کوئی معتد بہ فائدہ حاصل ہو سکے گا، آپ سے جو کچھ میں نے عرض کیا اس کی روشنی میں اپنے سوالات کا جواب ملاحظہ فرمائیں

(۱) جب یہ ثابت کیا جا چکا کہ یہ شخص یعنی زید حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے اور ان کی اہانت کرنے سے بری ہے، اور اس نے جو اپنی برّیت کے وجوہ پیش کئے ہیں، اس کے صدق پر تجربات شاہد ہیں تو اب اس کی طرف اہانت کی نسبت محض اس پر تہمت ہے، حقیقت میں اہانت کرنے والا وہ شخص جو زید کی طرف نسبت کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں یہ اشعار کہہ رہا ہے، اس لئے کہ کسی کی اہانت کرنے کا ایک یہ ہی طریقہ ہے اور بڑا خوبصورت کہ اپنے کو اس کا خیر خواہ اور غم خوار ظاہر کرتے ہوئے اور دوسرے شخص پر تہمت لگاتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ فلاں شخص آپ کو ایسی ایسی فحش گالیاں دیتا ہے، اس طریقہ سے وہ گالیاں دے کر اپنا دل بھی ٹھنڈا کر لیتا ہے اور ظاہر میں اس کا خیر خواہ بھی بنا رہتا ہے، پس صورت مذکورہ میں اس ہی دوسرے شخص پر توبہ اور جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں معذرت اور زید سے معافی حاصل کرنا ضروری ہے کہ یہ دوہرے تہرے اشد درجہ کے گناہ کا مرتکب ہے۔ لقولہ تعالیٰ :-

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئاً فقد احتمل بہتانا واثما مبینا۔

اس واقعہ میں زید سے جس قدر غلطی واقع ہوئی ہے، اس ہی کا اس کو اقرار ہے اور اس ہی سے جس

نوعیت سے اس نے توبہ کی ہے وہ یقیناً مقبول ہے کہ اس تعالیٰ کے وعدہ میں تخلف کا امکان نہیں لقولہ تعالیٰ:۔

ولن یخلف اللہ وعدہٗ ۔

اور وہ ارشاد فرماتا ہے :۔

الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہٖ ویاخذ الصدقات وان اللہ ھو التواب الرحیم ۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں صاحب تفسیر سراج المنیر تحریر فرماتے ہیں :۔

والایۃ وان وردت بصیغۃ الاستفہام الا ان المراد بہا التقریر فی النفس ومن عادۃ العرب فی افہام المخاطب انہ الۃ الشک عنہ ان یقولوا اما علمت ان من علمک یجب علیک خدمتہ اما علمت ان من احسن الیک یجب علیک شکرہ فبشر اللہ تعالیٰ ھٰؤلاء التائبین بقبول توبتہم وصدقاتہم ترغیبا فی التوبۃ وبذل الصدقات ۔ انتہی ۔

پس زید اب کسی سزا کا مستحق نہیں جس غلطی سے اس نے توبہ کی ہے وہ معاف ہو چکی، سوال میں تمام گناہوں سے معافی کے متعلق استغفار ہے، جس کا موقعہ نہ تھا، یہ شے بھی اس ہی طرف مشیر ہے، کہ زید سے یہ تزاع کسی اور شے کی وجہ سے ہے، پس اگر وہ شے حقیقت میں معصیت ہے تو جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے گی اس کے متعلق کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی صاف ہو گئی، ہاں اگر وہ کریم چاہے تو اسے بھی بخش دے گا کہ اس کا ارشاد ہے :۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ۔

اس غلطی کو آپ کو واضح طور پر بتلانا چاہئے، تاکہ وہ اس سے توبہ کرے، اور توبہ سے انکار کرے تو پھر اس کا حکم آپ دریافت کر سکتے ہیں ۔

اس سے پہلے کسی سوال میں اس کا ذکر تھا کہ اس سوال کے جواب میں بعض علماء نے اس آیۃ کریمہ :۔

انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوٓء بجہالۃ ثم یتوبون من قریب الایۃ

سے استدلال کرتے ہوئے زید کی توبہ کے نہ قبول ہونے پر فتویٰ دیا ہے، جس کا جواب مختصراً دیا جا چکا ہے لیکن اس سوال میں یہ بتلا کر کہ زید ایک عرصہ تک اس کی اشاعت بھی کرتا رہا ہو" پھر اس سوال کو دہرایا ہے، تو اب میں اس کا جواب ذرا تفصیل کے ساتھ عرض کروں، میرے نزدیک جس نے ایسا جواب دیا ہے وہ فاسق ہے، اس قابل نہیں کہ مسلمان اس سے فتویٰ حاصل کریں، وہ ایسا جواب دیتے ہوئے اس وعید شدید سے نہ ڈرا کہ حضور کا ارشاد ہے :۔

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہٗ من النار (جامع الصغیر ۱۵۱/۲)

یہ بھی نہ دیکھا کہ اس سے اگلی آیت ہی خود اس کی تفسیر فرما رہی ہے کہ من قریب سے مراد معصیت اور موت کا درمیانی زمانہ ہے، یہی تمام مفسرین کا بیان ہے چناں چہ تفسیر روح المعانی میں ہے :۔

من تبعیضیۃ جعل ما بین وجود المعصیۃ وحضور الموت زمانا قریبا فغی ای جزء من اجزاء ھذا الزمان تاب فھو تائب فی بعض اجزاء زمان قریب انتھی ۔

یہ آیت اور اس سے اگلی آیت پوری یوں ہے :۔

انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیھم وکان اللہ علیما حکیما ہ ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن ولا الذین یموتون وھم کفار اولئک اعتدنا لھم عذابا الیما ہ

علماء اہل دیوبند سے مولینا اشرف علی صاحب تھانوی اپنی تفسیر میں آیات کا ترجمہ اور تفسیر اس طرح کرتے ہیں :۔

توبہ جس کا قبول کرنا (حسب وعدہ) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ (صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو) کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں (یعنی قبل حضور موت جس کے معنی آگے آتے ہیں) توبہ کر لیتے ہیں، سو ایسوں پر تو خدا تعالیٰ (قبول توبہ کے ساتھ) توجہ فرماتے ہیں (یعنی توبہ قبول کر لیتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں (کہ کس نے دل سے توبہ کی)، حکمت والے ہیں (کہ دل سے توبہ نہ کرنے والے کو فضیحت نہیں کرتے) اور ایسے لوگوں کی توبہ (قبول) نہیں جو (برابر) گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت ہی کھڑی ہوتی ہے (حضور موت کا مطلب یہ ہے کہ اس دوسرے عالم کی چیزیں نظر آنے لگیں) تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں (پس تو ایسوں کی توبہ مقبول) اور نہ ان لوگوں کی (توبہ یعنی ایمان ہی ایسے وقت کا مقبول) جن کو حالت کفر پر موت آجاتی ہے ان (کافر) لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا (یعنی عقوبت دوزخ) تیار کر رکھی ہے، انتہی

پھر اس کے فائدے میں لکھتے ہیں :۔

اور جاننا چاہیئے کہ سوء اور سیئات دونوں جگہ اپنے عموم سے ہر عمل بد حتیٰ کہ کفر کو بھی شامل ہے اور قانون کلی سے ایمان کا مقبول یا نامقبول ہونا معلوم ہو گیا تھا، لیکن کفار کے ایمان عند الیاس کا نامقبول ہونا پھر تصریحاً شاید اس لئے بیان فرمایا ہو کہ اہل کفر کی تسویف وتاخیر کی تقبیح اچھی طرح واضح ہو جائے۔ واللہ اعلم اور عاصی کے حق میں جو فرمایا کہ توبہ وقت حضور موت

کے مقبول نہیں: یعنی وعدہ مغفرت اس پر مرتب نہیں اور ویسے اگر مشیت سے فضل ہو جائے تو کوئی امر مانع نہیں اور بعض محققین نے ولا الذین یموتون کی تقریر کی ہے، کہ جو شخص ساری عمر کفر پر رہا حتی کہ اس ہی پر اس کا خاتمہ ہو گیا، اور وہ کسی جز و عمر میں دوسرے گناہ ہونے سے توبہ کر لے، لیکن مسلمان نہ ہو، تو اس کی وہ توبہ جو گناہوں سے کی ہے، مقبول نہیں کیوں کہ ایمان منجملہ شرائط قبول توبہ ہے جیسا تعجیل قبل الحضور بھی شرط ہے، انتہی

اگرچہ ان آیات کریمہ کا ترجمہ ہی اس لغو خیال کو باطل کرتا تھا، کہ معصیت کے ارتکاب کے بعد ہی فوراً توبہ کی جائے گی تو قبول ہو گی ورنہ نہیں، لیکن مزید اطمینان کے لئے دو تفسیروں کی ان کے متعلق عبارتیں بھی پیش کر دیں ورنہ ضرورت تو نہ تھی۔

(۲) ہاں ایسے شخص کو مسلمان اپنا امام بنا سکتے ہیں کہ اول تو اس پر کوئی ایسا جرم ثابت نہیں جس سے اس پر فاسق ہونے کا حکم لگایا جا سکے، دوسرے خطا و نسیان کی وجہ سے جس قدر غلطی ثابت ہے، اس سے بھی وہ توبہ کر چکا۔

(۳) بیشک جو شخص یہ کہے کہ میں اس کی توبہ قبول نہیں کرتا اس کو امامت سے علیحدہ کیا جائے وہ فسادی اور شرانگیز قرار دیا جا سکتا ہے، کہ توبہ کا قبول کرنا نہ کرنا مولیٰ تعالیٰ کے اختیار ہے جب وہ تائب کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو اس کو کیا حق ہے کہ یوں کہے کہ میں قبول نہیں کرتا، اور اگر اس خیال سے کہتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمائی اس لئے کہ مولیٰ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے توبہ نہیں کی ہے بلکہ بندوں کے ڈر سے کی اور امامت کے جانے کی وجہ سے کی ہے، تو اس صورت میں یہ غیب پر علم کا دعویٰ ہے، جس کا حکم تو وہ خوب جانتا ہو گا کہ کیا ہے، یہ بیچارہ کس گنتی میں ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سرکار اقدس کے نہایت درجہ چہیتے اور جلیل القدر صحابی ہیں ان کو اس مسئلہ میں تو زجر و توبیخ فرمائی گئی۔ جس کا واقعہ وہ خود یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضور نے ہم کو ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا، چنانچہ ہم ان سے جا کر لڑے، اور شکست دیدی، ان میں سے ایک شخص پر جب میں نے اور ایک انصاری نے قابو پایا تو اس نے کلمہ شریف پڑھا، جس کو سن کر انصاری تو اس کے قتل سے رُک گئے، لیکن میں نے اسے قتل کر دیا جب ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ حضور پر پیش ہوا تو حضور نے فرمایا کہ یا اسامۃ اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ قلت یا رسول اللہ انما قالہا خوفا من السلاح قال افلا شققت قلبہ ۔ یعنی اے اسامہ تو نے اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کہا تھا، فرمایا کہ تو نے اس کا دل کیوں نہ چیرا دیکھا تجھے اس کے دل کے حال کی کیا خبر، یہ واقعہ تمام کتب صحاح میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، تو دیکھئے کہ اس شخص کا ظاہر حال تو یہی بتلاتا تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیاس صحیح تھا کہ اس نے قتل کے خوف سے کلمہ

شریف پڑھا ہوگا۔ لیکن حضورؐ نے اس کو قبول نہ فرمایا، اور فرمایا کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا، پس اس مقام پر کسی شخص کو یہ کہنا جائز نہیں کہ زید نے بندوں کے ڈر سے توبہ کی ہے، علما کسی کے ظاہر حال پر حکم لگا سکتے ہیں اور بس۔

(۴) یہ لوگ وہ ہیں جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے لقولہ تعالیٰ کیف یھدی اللہ قوما کفروا الآیہ۔ بلکہ جنہوں نے ارتداد پر اصرار کیا اور عناد پر اڑے رہے ان کے حق میں تو ارشاد فرمایا کہ ان کی توبہ بھی ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ لقولہ تعالیٰ :-

ان الذین کفروا بعد ایمانهم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتهم واولئك هم الضالون۔

لیکن پہلی قسم کے مرتدوں کے حق میں تو قرآن کریم نے خود ہی استثنا فرمادیا کہ اگر اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (ان کو بخش دے گا) رہے دوسری قسم کے مرتد جن کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کی توبہ قبول نہ ہوگی، مفسرین توبہ کی قبولیت کے باب میں وعدہ الٰہی کو دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں توبہ کا قبول نہ ہونا کنایہ ہے توبہ کی توفیق نصیب ہونے کی طرف، یا توفیق بھی ہوگی تو ایسے وقت کہ سکرات موت طاری ہو چکی تھی، اور قبولیت توبہ کا وقت نہ رہا تھا چنانچہ انوار التنزیل میں ہے :-

لن تقبل توبتهم لانهم لا یتوبون الا اذا شفوا على الهلاك فكنى عن عدم توبتهم بعدم قبولها تغليظا فی شانهم وابرازا حالهم فی صورة حال الآئسین من الرحمة اولان توبتهم لا یکون الا نفاقا لارتداد هم وزیادة کفرهم۔ انتهى مافيه

اور تفسیر سراج المنیر میں ہے :-

فان قیل قد وعد اللہ تعالیٰ قبول توبة من تاب فما معنى قوله تعالیٰ لن تقبل توبتهم اجیب بان محل القبول اذا کان قبل الغرغرة وهؤلاء توبتهم کانت بعدها اوانهم لم یتوبوا اصلا فكنى عن عدم توبتهم بعدم قبولها اوان توبتهم لا تکون الا نفاقا۔ انتهى

اور یہ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے کسی مسلمان کو قصداً ناحق قتل کیا، ان کے لئے بھی خلود نار کی وعید ہے، لیکن اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ خلود نار کسی مسلمان کے لئے نہیں ہے لقولہ تعالیٰ "وعد اللہ المؤمنین والمومنات جنات"۔

تو یہاں قاتل مومن سے مراد کافر ہے، کہ اسی کی شان سے یہ ہے کہ وہ مسلمان کو قتل کرے گا یا متعمداً سے مراد ہے مستحلاً کہ ایسا شخص بھی کافر ہے، یا یہ عام خص منہ البعض ہے، اور وہ بعض مسلم ہے، یا یہ بات تغلیظ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مومن سے قتل مومن کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ یہ تو کفار کی شان سے ہے،

جن کی جزا خلود نار ہے، یا یہ محمول ہے مکث طویل پر اور اس کا معاف فرمانا تحت مشیت خداوندی میں داخل، بہرحال کوئی نہ کوئی تاویل ضرور کرنی پڑے گی۔ کہ یہ اور اس قسم کی دوسری روایات معارض ان آیات کریمہ کے ہیں جو مسلمان کے لئے عدم خلود پر دال ہیں، یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے، چناں چہ عقائد نسفی میں ہے:۔

واهل الكبائر من المومنين لا يخلدون فى النار وان ماتوا من غير توبة۔

احادیث صحیحہ کا بھی یہی مفاد ہے، اور اس ہی پر اجماع ہے۔ ہاں اس میں معتزلہ کا خلاف ہے لیکن وہ بھی ایسے لوگوں کو مسلمان مانتے ہوئے ان کے لئے خلود نار کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے تو کافر ہونے کی حیثیت سے خلود نار کا حکم دیتے ہیں، غرض مسلمان مسلمان ہوتے ہوئے ہرگز خلود نار کا مستحق نہیں ہے۔

ان ہی لوگوں میں وہ بھی داخل ہیں جنہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی اور حدود الہٰی سے تجاوز کیا لقولہ تعالیٰ:۔

ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها۔

اور ان ہی میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی طریق سے ایذا دی، لقولہ تعالیٰ:۔

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا۔

اور یہ یوں کہ ایسے لوگ کافر ہو جاتے ہیں، لیکن یہ حکم ان پر جبھی تک ہے جب تک انہوں نے توبہ نہ کی توبہ کے بعد تو وہ کریم اُن کو بھی معاف فرما دیتا ہے کہ اس کا ارشاد ہے:۔

وانى لغفار لمن تاب

مشرکین عرب پر نظر کیجئے کہ اس باب میں انہوں نے کیا کچھ نہ کیا وہ کیا کہ جس کا بیان کرنا دشوار ہے، لیکن بعد توبہ اب ان کا وہ مرتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی ان کے قصر مرتبہ کی دہلیز تک نہیں پہنچ سکتا، تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے، کہ معاذ اللہ ان جلیل القدر حضرات پر وہ کریم لعنت فرمائے گا اور ان کو ذلت کا عذاب دے گا۔ میرے نزدیک تو ایسا خیال ہی کفر ہے کہ ان میں بعض وہ ہیں جن کو نصوص قطعیہ نہ صرف ناجی بلکہ بڑے بڑے درجات کا مالک فرما رہی ہیں۔

ہاں اس حکم کے سزاوار وہ بھی ہیں جنہوں نے محصنہ پر زنا کی تہمت رکھی، خصوصاً معاذ اللہ جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لقولہ تعالیٰ:۔

ان الذين يرمون المحصنت الغافلات المومنات لعنوا فى الدنيا والاخرة ولهم عذاب عظيم

آیۃ کریمہ میں یہ حکم اگرچہ عام ہے ہر اُس قاذفِ محصنہ کا جس نے توبہ نہ کی ہو، لیکن بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ حکم خاص عبداللہ بن ابی منافق قاذف حضرت صدیقہ کا ہے چناں چہ تفسیر انوار التنزیل میں ہے :-

قیل ھو حکم کل قاذف مالم یتب و قیل مخصوص بمن قذف ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲/۲۴)

اور تفسیر سراج المنیر میں ہے :-

قال مقاتل ھٰذا خاص فی عبداللہ بن ابی بن سلول المنافق (۲/۶۰۹)۔

پس اس حکم کو خواہ عام رکھیے یا خاص بہر حال یہ حکم قاذف محصنہ کا ہے (والقذف منہ عا الوحی بالزنا لکن انی اللہ المختار) جس کا اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں اور اگر تعلق بھی ہوتا تب بھی زید کا حکم یہ نہ ہوتا کہ یہ حکم قاذف غیر تائب کا ہے، رہا اس سرکار کی جناب میں گستاخی کا حکم سو وہ بھی اگرچہ قاذف کے گناہ کی حیثیت کو نہ پہنچے مگر پھر بھی بڑا گناہ ہے۔ لقولہ علیہ السلام :- سباب المسلم فسوق۔ لیکن اس مسئلہ سے بھی اس کو تعلق نہیں کہ یہ اشعار زید کی تصنیف سے نہیں اس نے اس مقام پر لکھے نہیں، اس جگہ لکھوائے نہیں، طبع ہونے کے بعد جب اس کو اس غلطی پر اطلاع ہوئی تو اس پر اس کی رضا مندی ثابت نہیں، یہاں تک کہ خود کاتب سے اگرچہ اس قصیدہ کے لکھنے میں بہت غلطیاں واقع ہوئیں، جس میں سب سے بڑی غلطی یہ کہ ام زرعہ والے قصیدے کے اشعار بے موقعہ اس قصیدہ میں لکھ دئے، اور زید نے ان کو جس مقام پر لکھوایا تھا اور اس کے تین حصے کر کے ہر حصہ پر جلی قلم سے لفظ علیحدہ لکھنے کی ہدایت کی تھی، کسی وجہ سے اس کے موافق لکھنے میں چوک گیا، لیکن ان اشعار متنازعہ فیہا پر مولیٰ تعالیٰ نے اس سے بھی لفظ علیحدہ لکھوا لیا تاکہ ان اشعار کا جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں ہونے کا کسی کو شک بھی نہ گزرے جس کی وجہ سے زید بھی قطعاً اس الزام سے بری ہو گیا، کہ اس نے اس سرکار کی اہانت کے قصد سے یہ اشعار اس مقام پر لکھوائے، اور کاتب بھی۔ اگر معاذ اللہ کاتب کا یہ قصد ہوتا تو اس کے ہاتھ میں قلم تھی۔ اور موقعہ یہ تھا کہ اس کے ہاتھ کا روکنے والا بھی کوئی نہ تھا تو وہ کیوں کسر چھوڑتا غرض میرے نزدیک یہ بھی اس ناپاک الزام سے بری ہے، اور کاتب بھی، اور ہرگز ہرگز ان میں سے کوئی بھی نہ لعنت کا سزاوار ہے نہ عذاب نار کا مستحق۔

ان جوابات کے مخالف بعض علماء کے جوابات ضرور آپ کو موصول ہوئے ہوں گے، جیسا کہ آپ اپنے دوسرے خط میں بیان کرتے ہیں اور ان کے دلائل کا ذکر کر کے ان دلائل کی روشنی میں مجھے جواب دینے کی ہدایت کرتے ہیں، میں نے اس خط کو غور سے پڑھا، میرے نزدیک اس کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان علماء کو اس واقعہ کی حقیقت سے غافل رکھا گیا ہے، اور یہ قصیدہ جس صورت سے طبع ہوا ہے اس کا اظہار نہیں کیا گیا، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے، چناں چہ اس سے قبل جب تک مجھ کو اندھیرے میں رکھا گیا

میں خود ایسے ہی جواب دیتا رہا، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کبھی آپ کو ان جوابات کے مخالف جوابات حاصل نہیں ہو سکتے تھے کہ اصل واقعات معلوم ہونے کے بعد زید کی توبہ کے قبول ہونے کے متعلق شبہ ہی نہیں رہتا۔ لیکن جس قدر میں اس واقعہ کی حقیقت سے واقف ہوں اگر باوجود ایسے واقف ہونے کے بھی کسی نے زید کے جرم کو نا قابل معافی ہونا کہا ہے تو منجملہ دوسرے معاندین کے ایک وہ بھی معاند ہے۔

مہربان من! سوال کا یہ طریقہ نہیں کہ سوال میں ایسے مسئول عنہ کے نام کا اظہار کر دیا جائے جو شہرت رکھتا ہے کہ اس زمانہ میں ایسے غیر عادل مجیب بہت پائے جاتے ہیں کہ جب مسئول عنہ کو اپنے مخالف پاتے ہیں تو خواہ مخواہ اس کے مخالف ہی جواب دیتے ہیں، اور اس کے برعکس جب وہ اپنا موافق نظر آتا ہے تو اس کے موافق ہی جواب دینے میں کوشش فرماتے ہیں، اگرچہ نصوص قطعیہ ہی کیوں نہ پہلے شخص کو بری کرتی ہوں اور دوسرے کو مجرم قرار دیتی ہوں مگر اس کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور سائل کا یہ فعل تو نہایت ہی درجہ ذلیل ہوتا ہے، کہ جس شخص پر جرم ثابت نہیں اور وہ خود منکر ہے اور اس کی تصدیق پر شواہد بھی قائم، پھر بھی اس کو مجرم بتلا کر اس کے متعلق سوال کیا جائے جیسا کہ اس مسئلہ میں کیا گیا ہے، کہ زید کہتا ہے کہ ان اشعار کے بے موقعہ کہے جانے میں میری خطا نہیں، ناقل یا کاتب کی ہے، اور ایک زمانہ جانتا ہے کہ ناقلین اور کاتبین سے کیسی کیسی فحش غلطیاں صادر ہو جاتی ہیں پھر مسئول عنہ کی ذات کی طرف نظر کی جاتی ہے تو وہ اس مسئلہ میں ایسا متشدد واقع ہوا ہے کہ ان ذوات پاک کی جناب میں کسی کے متعلق گستاخی کا شائبہ بھی پاتا ہے تو اس پر سخت سے سخت حکم لگا دیتا ہے، یہی ایک وجہ ہے جو اس کے بیان کی تصدیق کے لئے کافی ہے، اگرچہ دوسرے قرائن و وجوہ نہ بھی موجود ہوں، اور یہی وہ وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ غلطی فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی ہے، اس کے سوا اگرچہ اور بھی وجوہ ہیں جن کی وجہ سے اس غلطی کی نسبت ان کی طرف نہیں کی جا سکتی، لیکن یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے صرف اس ہی ایک شئے کو دیکھتے ہوئے کسی کے وہم میں بھی نہیں آتا کہ اس غلطی کا ان کی طرف نسبت کرنا جن کے متعلق ان کے بعض مخالفین کا یہ قول سننے میں آیا ہے کہ وہ تو حضورؐ کے عشق میں دیوانہ ہیں ان سے کوئی کیا کہے، چناں چہ فاضل موصوف خود فرماتے ہیں ؎

مجھ کو دیوانہ بتاتے ہو میں وہ ہوشیار ہوں — پاؤں جب طوف حرم میں تھک گئے سر پھر گیا

پس جب یہ غلطی ان کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی تو زید بیچارہ کی طرف کیسے کی جا سکتی ہے، کہ نہ وہ ان اشعار کا قائل، نہ ناقل، نہ کاتب نہ اس کے حکم سے اس مقام پر ان کا لکھنا ثابت، الغرض زید کے متعلق سوال میں یہ بتلانا کہ "اس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی" خالص کذب اور اس پر بہتان ہے، یہ جو کچھ میں نے عرض کیا اس کو ہرگز اس پر محمول نہ کیا جائے کہ مجھے ان علی برادران سے کچھ تعلق ہے مولینا محبوب علی صاحب کا تو صرف میں نے نام ہی سنا تھا، ابھی تک اس سے بھی واقف نہ تھا کہ مولینا حشمت علی صاحب کے برادر ہیں، ہاں مولینا حشمت علی صاحب کا اسم گرامی سننے کے ساتھ ایک عرصہ

سے ان کے کچھ اوصاف بھی سنتا رہا ہوں کہ وہ اپنے کو بریلوی کہتے ہیں، اور مزاج میں نہایت درجہ تشدد ہے جس کی اکثر اہلسنت کو بڑی شکایت ہے، سنا جاتا ہے کہ وہ اگر کسی مسلمان کو کسی مسئلہ میں اپنے مسلک کے خلاف سنتے ہیں تو اس پر خارج اہل سنت کا حکم لگا دیتے ہیں، نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت حکم گو وہ مسئلہ اہل سنت ہی کے درمیان مختلف فیہ کیوں نہ ہو۔ بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ اس ہی بنا پر تیرے متعلق بھی اچھا خیال نہیں رکھتے اور وہ تجھے بھی اپنا مخالف سمجھتے ہیں، تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قطع نظر اس کے کہ ان لوگوں کا بیان صحیح ہے یا غلط، جب ایسا بیان میرے کانوں میں پہنچتا رہے گا تو بربنائے فطرت انسانی میرا قلب کیا اثر قبول کر سکتا ہے، جب وہ مجھے مذہبًا اپنا مخالف خیال فرمائیں گے تو لامحالہ میں ان کے مخالفین ہی میں شمار کیا جاؤں گا، اور اس صورت میں اگر مولی تعالیٰ نفس کی شرارت سے محفوظ نہ رکھے تو جذبہ انتقامی کی خواہش یہ ہوگی کہ میں بھی بجائے اس آگ کے بجھانے کے اور اس کو ہوا دوں، لیکن الحمد للہ علی احسانہ میں نے مخالف کی طرف حق دیکھتے ہوئے کبھی اس کی حمایت سے دریغ نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے قلب میں میری محبت راسخ ہو گئی، اسی طرح اپنے دوست کی طرف سے باطل کو دیکھتے ہوئے کبھی اس کی حمایت نہ کی، اگرچہ وہ اس کی وجہ سے دشمن ہو گیا، لیکن مجھے نہ اس کی دوستی کی کچھ پرواہ رہی نہ اس کی دشمنی کا کچھ خوف، والحمد للہ علیٰ ذالک۔

آخر میں آپ کے اور مولینا موصوف کے مخالفین کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولی تعالیٰ انہیں حق کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ایسے حملوں سے محفوظ رکھے جو خود ان ہی کو نقصان پہنچائیں اور اس ہادئ مطلق کی بارگاہ میں علی برادران کے لئے بھی دعا ہے کہ وہ تعالیٰ انہیں بھی وہ صحیح طریقہ نصیب فرمائے جو گمراہوں کی ہدایت کے لئے نہایت درجہ کامیاب ہو، اور مخالفین کی زیادتیوں پر ان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط، واللہ الموفق وہو یہدی السبیل۔

محمد مظہر اللہ عفی اللہ عنہ
مسجد جامع فتحپوری، دہلی

نوٹ یہ فتوی ایک رسالے کی صورت میں "دار الافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ" کے نام سے ۱۹۵۵ء کے قریب شائع ہو گیا تھا، اسی رسالے سے یہ فتوی یہاں نقل کیا گیا ہے۔

(مرتب)